غزلیاتِ فراق میں مخلوط تہذیب: ایک جائزہ

آمنہ، پی ایچ۔ڈی اسکالر، جی سی ویمن یونیورسٹی، سیالکوٹ
ڈاکٹر طاہر عباس طیب، شعبہ اردو، جی سی ویمن یونیورسٹی، سیالکوٹ
ڈاکٹر محمد افضال بٹ، صدر شعبہ اُردو جی سی ویمن یونیورسٹی، سیالکوٹ

Abstract:

Firaq Gorakhpuri, a well-known Urdu poet, transformed ghazals according to the Indian mood with culture of Hindi and Urdu language. He inserted Indian-style of feelings and real Indian essence in his Ghazals which shows that every word of his poetry reflects the Indian civilization, social beliefs and customs of the society. Gorakhpuri had great love for his homeland and he poured symbols, visualization, and all other stuff in his poetry. He defined Indian culture as mixed culture which prevailed in India in 20th century and also part of mood of society. His Ghazals reflect knowledge and thoughts besides traditions of Hindi and Sanskrit. Firaq's poetry is not only collection of different subjects of Indian civilization but it contains different angle of expression which strengthen the gender of Ghazal and highlight its importance. At the other side, these different subjects of poetry encircled deep feelings, deep devotion, Indian religions, love, gods, music, nature, woman's feelings and civilization of sub-continent. In Firaq's poetry, one could find out beauty of language, feelings, classical mood, experience in the stanzas of his Ghazals. Firaq's put stories of Ganga, Ram,

Laxman, Jugi, Kirshan, Arjun and others in his poetry.

Keywords: Ghazal, Mixed Culture, Symbolism, Social Poetry, Classical Tradition

فراقؔ گورکھ پوری کا شمار بیسویں صدی کے اہم اردو غزل گو شعراء میں ہوتا ہے۔ وہ اپنے عہد کے شاعر بھی تھے اور نقاد بھی۔ یہی وجہ ہے کہ انھوں نے اردو غزل کو نقد و نظر کے اصولوں کی کسوٹی پر پرکھا اور پھر شاعری کے میدان میں غزل کو خاص مقام اور رتبہ عطا کیا۔ انہوں نے جدید اردو غزل کی آبیاری میں اہم کردار ادا کیا اور معنی و خیال کے نئے در وا کیے۔ فراقؔ ایک عہد آفریں شخصیت کے مالک تھے۔ وہ شاعری کے افق پر تابناک ستارے کی طرح چمکتے نظر آتے ہیں۔ اسلوب احمد انصاری لکھتے ہیں:

"فراقؔ ہندوستان کی نشاۃ ثانیہ کے ایک ممتاز نمائندہ ہیں۔ ان کی پر گوئی اور ان کا وفور ان کی اخلاق کی دلیل ہیں۔ ان کے تخیل میں جو نزاکت اور شادابی ان کی فکر میں جو گہرائی اور ہمہ گیری اور ان کی جذباتی کائنات میں جو پختگی اور فراوانی ہے وہ ان کے معاصرین کے یہاں نظر نہیں آتی۔۔۔ انھوں نے اردو غزل کو جو قدریں دی ہیں وہ نئی اور اہم ہیں اور اس طرح سے انھوں نے اردو غزل کا رخ موڑ دیا ہے۔ اس بنیاد پر اگر انھیں جدید اردو غزل میں ایک بڑی اور مؤثر طاقت مان لیا جائے تو شاید کچھ بے جا نہ ہوگا۔"(۱)

تہذیب اور انسان ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہیں۔ تہذیب کی تشکیل کے لیے چار عناصر ضروری ہیں جن میں سماجی اقدار، نظامِ فکر و احساس، آلات و اوزار، اور طبعی حالات شامل ہیں۔ فراقؔ گورکھ پوری کی غزلوں میں ہندوستانی تہذیب کا برملا اظہار ملتا ہے۔ مگر ان کی شاعری میں ہندی تہذیب کے علاوہ مخلوط تہذیبیں اپنی قدیم روایات، مذہبی عقائد، رسم و رواج، کلچر اور زبان کے ساتھ واضح طور پر دکھائی دیتی ہیں۔ انہوں نے اپنی غزلیات میں ہندو مسلم اور زرتشت کے مذہبی عقائد اور تہذیب و تمدن کو جس طرح پیش کیا ہے وہ منفرد انداز سخن ان کا ہی وصف ہے۔ یہ اندازِ سخن فراقؔ کا مختلف مذاہب کے علوم و فنون سے متعلق دلچسپی کو ظاہر کرتا ہے۔ نذیر صدیقی کے نزدیک:

"انہوں نے اپنی شاعری میں مختلف قسم کی زبانیں استعمال کی ہیں اور کہیں بول چال کی سادہ زباں جس میں گفتگو کے ٹکڑے خوبصورتی سے صرف ہوئے ہیں، کہیں عام فہم ہندی آمیز زبان، کہیں سنسکرت آمیز زبان کہیں فارسی الفاظ و تراکیب سے شرابور زبان۔ زبان

کے معاملے میں فراق کی ایک اپنی لغت بن سکتی ہے زبان کی طرح انکے یہاں اسالیب بیاں میں بڑا تنوع ہے۔"(۲)

مخلوط تہذیب سے مراد ایسی تہذیب جس میں مختلف ثقافتیں شامل ہوں اور وہ کئی دیگر تہذیبوں سے مل کر وجود میں آتی ہیں۔فراقؔ نے بیسویں صدی کی نسل کو متاثر کیااور اپنی غزلیات میں مخلوط تہذیب و تمدن کو موضوع بنایا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا شعور و ادراک اور جمالیاتی احساس اپنے دور کے دیگر غزل گو شعراء سے مختلف نظر آتا ہے۔انھوں نے نہ صرف ہندوستانی اقدار بلکہ عالمی اقدار سے اپنے قارئین کو آشنا کروایااور ساتھ ہی ساتھ مختلف اقوام کی روح،ارضیت تہذیب کے نت نئے پہلوؤں پر زور دے کر ایک صحت مند نظریہ ادب کی بنیاد رکھی۔انہوں نے اردو غزل کو ندرتِ خیال اور لفظ و بیان کے نئے اُفق روشناس کرایا۔

فراقؔ نے اپنی شاعری کو فروغ دینے کے لیے روایت سے ہٹ کر الگ راستہ اختیار کیا۔جو ان کے لیے انفرادیت کا باعث بنا۔ جدید شاعری میں جو مقام و مرتبہ ان کو حاصل ہوااس کی مثال کم ملتی ہے۔فراقؔ نے اپنے جذبات واحساسات،خیالات اور شعور و فکر کو تہذیب و شائستگی کے ساتھ اردو غزلیات میں سمویا۔

تہذیب جن عناصر کاایک مرکب بن کر ایک نسل سے دوسری نسل تک منتقل ہوتی ہے،فراقؔ گورکھپوری کی غزلیات ان تمام مظاہر کی نمائندگی کرتی ہیں۔جو کسی معاشرے کی طرزِ زندگی کے لیے مکمل اجزاء کی حیثیت رکھتے ہیں اور یہی اجزاء کل کا روپ دھار کر تہذیب و تمدن کی صورت اختیار کرتے ہیں۔ تہذیب سے متعلق ڈاکٹر سلیم اختر لکھتے ہیں:

"کسی قوم کی اخلاقی اقدار، جمالیاتی معیار، تخلیقی ورثہ، روحانی واردات اور ثقافتی میلانات کے بہترین عناصر جب ایک کل کی صورت میں آنے والی نسلوں کو تواتر سے منتقل ہوتے رہیں،تو یہ تہذیب ہو گی۔"(۳)

فراقؔ گورکھپوری کی غزلیات کی تہذیب سے مراد زندگی کا مکمل نصب العین جو کسی قوم کے سامنے ہوتا ہے۔انہوں نے اپنی غزلیات میں ہندو مسلم اور پارسی مذاہب کی روایات اور اقدار کو اپنی غزلیات میں اس طرح برتا ہے کہ قاری کو یوں محسوس ہوتا ہے کہ ہر روایت اور اقدار فراقؔ کی اپنی روایت اور اقدار ہیں۔ان کی غزلیات میں مخلوط تہذیب کا ایک مکمل نظام نظر آتا ہے۔

فراقؔ کی غزلیات میں ہندوستانی تہذیب اپنے پورے آب وتاب سے نظر آتی ہے۔ جس میں عالمگیریت ہے، حسن ہے، عشق ہے، وطن سے محبت، زمین سے لگاؤ، ہندی دیومالائی کردار، تہوار، موسم، عقائد موجود ہیں۔ یعنی خالص ہندوستانی تہذیب دھرتی پوجا کے قریب دکھائی دیتی ہے۔ فراقؔ خود اپنی کتاب "پچھلی رات" کے دیباچے میں اپنی دھرتی ہندوستان کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں:

"میں نے اپنی غزلوں میں چاہا کہ اپنے ہر اہلِ وطن کو ہندوستان کا اور ہندوستان کے مزاج کا اور روحِ عصر کا بھی ایک صحت مند تصور دے دوں۔ میں نے چاہا ہے کہ میری شاعری اس دھرتی کی شاعری ہے۔ یعنی اس میں وہ دھرتی بولتی ہوئی اور رقص کرتی ہوئی سنائی اور دکھائی دے۔ جو کروڑوں سال پرانی ہوتے ہوئے بھی ہمیشہ اپنے آپ کو نیا کرتی رہے۔"(۴)

فراقؔ اپنی غزلیات میں ہندوستان کی دو متبرک ندیاں گنگا اور جمنا کا ذکر کرتے ہیں۔ وہ گنگا اور جمنا کو اپنے اشعار میں مناظرِ فطرت کا جزو قرار دیتے ہیں۔

ہیں موجِ نور گنگ وجمن، جام ساقیا
یہ رات، یہ مقام، یہ ماہ تمام دیکھ (۵)
سنگم پہ نہانے میں یہ بل کھاتا ہوا جسم
اک موج سر گنگ وجمن کھیل رہی ہے(۶)

فراقؔ ہندی دیوی دیوتاؤں کا ذکر کرتے ہوئے صبح کی دیوی اوشا اور شب ماہ کی دیوی، آکاش کی دیوی، کرشن (وشنو کا آٹھواں اوتار) سیتا، رام، راجن جیسی ہندی تلمیحات کو بھی استعمال کیا ہے۔ چند اشعار دیکھیے:

وہ صبح کی دیوی زیر شفق
گھونگھٹ سی ذرا سرکانے لگی(۷)
وہ آکاش کی دیوی اتری
چندر کرن پر گاتی راگ (۸)
شبنم کی مہک ہے کہ شب ماہ کی دیوی

موتی سر گلزار جہاں رول رہی ہے (۹)

ہرلیا ہے کسی نے سیتا کو

زندگی ہے کہ رام بن باس (۱۰)

ہندوؤں کی مقدس کتابیں رامائن اور مہابھارت کے دیومالائی کرداروں اور ہندی لوک قصوں کے کرداروں کا ذکر بھی فراقؔ کی غزلیات میں ملتا ہے۔ جن میں کرشن، رادھا، نل دمن جیسے کردار شامل ہیں۔

؎ادا میں کھینچتی تھی تصویر کرشن رادھا کی

نگاہ میں کئی افسانے نل دمن کے ملے(۱۱)

ہندو کی کالی ماں یعنی کالی دیوی جنہیں پاربتی، اما، گوری کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ یہ شیو جی کی بیوی ہے۔ فراقؔ نے اپنے شعر میں کالی کی تلمیح کو سیاہ رنگ اور تخریبی قوت کے حوالے سے پیش کیا ہے:

؎یہ اندھیرا گھپ کہ سورج ، چاند ، تارے لاپتہ

یہ دھواں گھٹتا ہوا، کالی کی بل کھائی لٹیں (۱۲)

شاعر کی غزلیات میں پیش کیے جانے والے دیومالائی کردار اور دیگر دیوتاؤں کے متعلق ہندوؤں نے جو مذہبی نظریات قائم کیے ہوئے ہیں اس کے بارے میں پروفیسر عبدالقوی اپنے خیالات کا اظہار یوں کرتے ہیں:

"ان کا بنیادی نظریہ یہ تھا کہ اس زمین بلکہ پوری کائنات کو پیدا کرنے والی ایک ایسی شخصیت یا ہستی ہے جو تمام شخصیتوں یا ہستیوں سے بالاتر ہے۔ اسے انہوں نے ایشور یا پرمیشور مانا۔ اس کے بعد اس کی بنائی ہوئی جتنی بھی چیزیں ہیں جو انسان سے زیادہ افضل و برتر یا جن سے انسان کوئی نہ کوئی یا کسی نہ کسی طرح کا فیض ضرور حاصل کرتا ہے۔ وہ سب قابل پرستش اور ستائش ہیں۔ اگر ان کی پرستش رد کی گئی تو ممکن ہے وہ ناراض ہو جائیں اور پھر جو فیض ان کے ذریعے پہنچ رہا ہے اس سے انسان محروم ہو جائے۔" (۱۳)

فراقؔ نے ہندوستانی موسم، تہوار، ہندی راگ اور مختلف تہذیب و ثقافت کے پہلوؤں کو اپنی غزلیات میں اجاگر کیا ہے:

دیوالی آج غریبوں کے گھر بھی ہے لیکن
قریب ہو کے بھی ہیں ان سے کتنی دور چراغ(۱۴)
آج منالے دنیا ہولی
اپنے لہو سے کھیل لے پھاگ(۱۵)

فراقؔ گورکھ پوری نے جہاں اُردو غزل کارشتہ ہندوستانی ہندی معاشرت، ثقافت سے جوڑا وہیں فراقؔ نے مسلم تہذیب وتمدن سے محبت کا اظہار کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اردو ادب کے کئی ناقدینِ فن نے فراقؔ کو آدھا ہندو اور آدھا مسلمان شاعر قرار دیا ہے۔ فراقؔ ہندوستان کو ہندؤں کی ہی آماجگاہ قرار نہیں دیتے وہ اسے تمام اقوام عالم کا وطن قرار دیتے ہیں۔

سر زمینِ ہند پر اقوام عالم کے فراقؔ
قافلے بستے گئے ہندوستان بنتا گیا(۱۶)

فراقؔ نے مسلم روایت و ثقافت کو اپنی غزلیات میں جس خوبی اور منفرد انداز سے پیش کیا ہے اس کا کوئی یوسفِ ثانی نہیں۔ تہذیبی و مذہبی رویوں کا دخل فراقؔ کی شخصیت کا حصہ ہے۔ انھوں نے اسلامی تلمیحات کو شعری پیکر عطا کر کے مسلم مذہب سے واقفیت اور دلچسپی کا اظہار کیا ہے۔

بنائے جاتی ہے آب خضر اشکِ محبت کو
کیے جاتی ہے کام اپنا حیاتِ رائیگاں اب تک(۱۷)
فراز دل کو صدا دو کوئی بہ طرزِ کلیم
چراغِ نور جلاؤ بہت اندھیرا ہے(۱۸)
صدائے صور محشر بھی جگانے کی اذاں کیوں ہو
دوبارہ امتحان خاک خاک آسودگاں کیوں ہو
رہین اوج وپستی کب ہوئیں معراج کی راہیں
فرشتوں کی زمیں کیوں ہو، بشر کا آسماں کیوں ہو(۱۹)
جن میں ہے ذکرِ طور و یوسف و حشر
انھیں آیات کا جواب ہے تو(۲۰)

اک سرو اگ آتا ہے جہاں دھرتے ہیں وہ پاؤں
یہ یمن قدم معجزے غش کھائے ہوئے ہیں(۲۱)

فراقؔ حسن خاکی کو آفاقی اور کائناتی بنانے میں مگن ہیں۔ وہ مندر کی گھنٹیوں سے لے کر اذان کی آواز تک، آدم سے لے کر شیو اور ہمالہ سے لے کر معراج تک، خضر سے لے کر اُوشا تک، آبِ حیات سے لے کر امرت تک، یمنِ قدم سے لے کر شعلۂ طور تک سب سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ وہ تمام تفرقوں اور حد بندیوں سے پاک آفاقی شاعری کو جنم دیتے ہیں۔ فراقؔ گورکھپوری کہتے ہیں:

"ہمارا ملک ہندوؤں کی ملکیت نہیں ہے نہ مسلمانوں کی یہ ملک بنی نوع آدم کی مادرِ وطن ہے۔ آج بھی ہمارے سینوں میں تہذیب کی پہلی قبحیں سانس لے رہی ہیں۔ ہماری شعور پر خلق کی دائمی از یست آج بھی منڈلا رہی ہے۔ ہمارا کفر آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیتا ہے۔ ۔۔ بدھ چکر، کرشن کی بنسی، مندر کی گھنٹیوں کی آواز اور اذان کی آوازوں سے ہمارے ملک کی فضا گونجتی ہے۔ زندگی ریاستی یا سیاسی جھگڑوں سے بڑی حقیقت ہے اور ادب بھی دو قوموں کی تھیوری سے بڑی چیز ہے۔۔۔ بڑا ادب کسی قوم کے اپنی کھالوں میں مست رہنے کا ادب نہیں رہتا۔ اس میں آفاقیت اور مقامیت کا سنگم ہوتا ہے۔ علیحدگی (separatism) قوموں، تہذیبوں اور فنون کے لیے موت کا باعث بن جاتی ہے ہم ہندوستانی ضرور ہیں لیکن کرۂ ارض یا کائنات کے بھی شہری ہیں۔" (۲۲)

فراقؔ کی غزلیات میں ایسے اشعار بھی ملتے ہیں جن میں ایک ساتھ دو تہذیبیں مل کر اخوت و بھائی چارے کا ایک پل تعمیر کرتی ہیں اور نفرتوں کی تمام دیواریں توڑ دیتی ہیں۔

یہ مست ادائیں ہیں کہ کعبے پہ گھٹا چھائی
یہ موجِ تبسم ہے کہ مندر میں چراغاں (۲۳)

سر در کفار ہے عشق اور امیر المؤمنین
کعبہ و بت خانہ اوقاف دل عالی جناب(۲۴)

باندھو صفیں نمازِ جماعت کے واسطے

میں کون اے شیوخِ حرم پیش امام دیر(۲۵)
اسے ایمان کہئے کفر کہئے یا جنوں، کہئے
طواف کعبہ ہے اور بت کدے ہیں آستینوں میں(۲۶)
افسردہ و تیرہ فضاؤں میں گرمی پر جبریل ہوں میں
سوتے سنسار کے سینے میں لے کر آیات اترتا ہوں(۲۷)
تلاش فلسفیوں کی ہے کاروانوں کو
ادھر کو آئیں کہ میں ہوں مدینہ الحکما(۲۸)

ان اشعار میں اسلامی روایات کا بیان شاعر فراقؔ کی اسلامی تہذیب سے گہری وابستگی کو ظاہر کرتا ہے۔ فراقؔ کی غزلیات میں بیت الحرم، امیر المؤمنین، مئے کوثر، جنت، دوزخ، نماز، آیات، حدیث، جبریل جیسی اسلامی تلمیحات اور عبادت کے طریقہ کار کا مکمل ذکر ملتا ہے۔

فراقؔ گورکھپوری نے اپنی غزلیات میں پارسیوں کے مذہبی عقائد کا بھی ذکر کیا ہے۔ وہ ان کے دو خداؤں اہرمزد (ایزداں) اور اہرمن کا ذکر کرتے ہیں۔ پارسیوں کو مجوسی یا زرتشت بھی کہا جاتا ہے اور یہ آگ کی پوجا کرتے ہیں۔ پارسی مذہب ثنویت کا قائل ہے۔ ان کے نزدیک اہرمزد (ایزداں) خیر کا خدا ہے اور اہرمن شر کا خدا ہے۔

؎ خدا گواہ کہ ہر دورِ زندگی میں فراقؔ
نئے پیامِ گنہ مجھ کو اہرمن کے ملے(۲۹)
دیے ہی جاتی ہے ترغیبِ جرم آدم کو
غضب ہے سوز دل اہرمن کی آنچ نہ پوچھ (۳۰)
ساقی جس سے بال اہرمن مانگے پناہ
آج گلے سے اتر گیا وہ شعلہ تر(۳۱)
ہاں عاشقی و اہرمنی میں نہیں کچھ فرق
از صبح ازل ہم بھی تو ہیں رانذہ درگاہ(۳۲)

پارسیوں کے مذہب کی رو سے دیکھا جائے تو ان کے دو خدا یا طاقتیں ہیں۔ جو دنیا کو مختلف طریقوں سے چلا رہے ہیں۔ ایک نیکی کی راہ پر چلنے والا اہر مزد اور دوسرا بدی کا سبق دینے والا اہر من۔ دنیا میں تمام نظام جو ایک مذہب کے تحت اچھائی کے کاموں کو سرانجام دے رہا ہے وہ اس کے پیچھے اہر مزد کار فرما ہے اور دوسرا برائی، بدی، شر کی راہ پر لگانے والی طاقت اہر من کی ہے۔ جو بنی نوع انسان کو تباہ کرتی ہے۔

فراقؔ نے اہر من سے متعلق اشعار میں اس کی حدود، شر، بدی، غضب گناہ سے پناہ مانگی ہے اور ساتھ ہی ساتھ فراقؔ عاشقی اور اہر منی مقصد کو ایک ہی قرار دیتے ہیں اور دوسرے ہی اشعار میں عشق کو دوزخ میں تبدیل کرتے ہوئے اہر من عشق کے ساتھ عشق یزداں کا بھی ذکر کرتے ہیں۔

یہ غم عارضی نہیں میرے غمِ حیات میں
ہیں دل ایزداں کے سوز میری داستاں نہ پوچھ
عشق خود اپنی تعریف یوں کرگیا
اہرمن اہرمن ایزداں ایزداں(۳۴)
پس پردہ ہیں خیر و شر کے کوئی
اس میں اب اہرمن ہو یا ایزداں(۳۵)

ابو بکر عبداللہ زر نشت مذہب سے متعلق لکھتے ہیں:

"زرتشت ثنویت کا قائل تھا اس کا دعویٰ تھا کہ کائنات میں دو طاقتیں (یا خدا) کار فرما ہیں۔ ایک اہورامزدا (یزداں) جو خالق اعلیٰ اور روح حق و صداقت ہے اور جسے نیک روحوں کی امداد و اعانت حاصل ہے اور دوسری 'اہر من' جو بدی، جھوٹ اور تباہی کی طاقت ہے اس کی مدد بد روحیں کرتی ہیں۔ ان دونوں طاقتوں یا خداؤں کی ازل سے کشمکش چلی آرہی ہے اور ابد تک جاری رہے گی۔ جب 'اہورامزدا' کا پلہ بھاری ہو جاتا ہے تو دنیا میں امن و سکون اور خوشحالی کا گہوارہ بن جاتی ہے اور جب اہر من غالب آجاتا ہے تو دنیا میں فسق و فجور گناہ و عصیاں اور اس کے نتیجے میں آفات ارضی و سماوی کا شکار ہو جاتی ہے۔ پارسیوں کے اعتقاد

کے مطابق بالآخر نیکی کے خدا ایزداں کی فتح ہوگی اور دنیا سے اپنوں اور مصیبتوں کا خاتمہ ہو جائے گا۔"(۳۶)

فراقؔ گورکھپوری پارسی مذہب سے متعلق ہورامزدا اور اہرمن طاقتوں اور ان کے کے کردار کے بارے میں مکمل طور پر آگاہ تھے۔ انھوں نے اپنے اشعار میں خیر و شر کے ساتھ پارسی خداؤں ہورامزدا اور اہرمن کا ذکر کیا ہے۔ ان کی غزلیات میں مختلف مذاہب سے متعلق اس طرح رچی بسی دکھائی دیتی ہے کہ پڑھنے والے کو ہر خیال حقیقت پر مبنی اور ہر انداز تغزل سے بھرپور نظر آتا ہے۔

اشعار فراقؔ اپنے لو دیتے ہیں رہ رہ کر
الفاظ غزل ہیں یا ہیرے ہیں نگینے کے(۳۷)

فراقؔ گورکھپوری کا دلکش طرز ادا، وسیع مطالعہ اور مشاہدات کو دیکھ کر یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہر مذہب فراقؔ کا مذہب ہے۔ انھوں نے اپنی غزلیات میں مخلوط تہذیبوں کو بڑی خوبصورتی اور دلکشی کے ساتھ پیش کیا ہے۔ یوں ہم کہہ سکتے ہیں کہ ان کی شہرت غزل کی مقبولیت سے عبارت ہے۔ ان کی شاعری میں ان کی سوچ اور فکر کا گہرا اثر نظر آتا ہے ۔انہوں نے ہندوستان کی مخلوط تہذیب و تمدن کو اپنی غزلیات میں شیر و شکر کر دیا۔ بلاشبہ انہوں نے اپنی غزلوں میں تہذیبی قدروں کی عظمت اور اہمیت کو شعری پیکر عطا کیا۔

حوالہ جات:

۱۔ اسلوب احمد انصاری، فراق کی شاعری، از شمیم حنفی، فراق شاعر اور شخص، الحمرا آرٹ پریس، لاہور، ۱۹۸۳ء، ص ۴۱

۲۔ نظیر صدیقی، کچھ فراق کے بارے میں، مطبوعہ، رسالہ، شاہکار الہ آباد، فراق نمبر، ۱۹۶۵، ص ۱۵۶

۳۔ سلیم اختر ڈاکٹر، تنقیدی و تحقیقی مقالات، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۲ء، ص ۲۸۰

۴۔ فراق گورکھپوری، پچھلی رات، مکتبہ جامعہ، نئی دہلی، ۲۰۱۱ء، ص ۸

۵۔ عباس تابش، مرتب، کلیات فراق گورکھپوری، الحمد پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۴ء، ص ۸۵

۶۔ ایضاً، ص ۱۱۰

۷۔ ایضاً، ص ۱۵۳

۸۔ایضاً، ص۳۲۶

۹۔ایضاً، ص۲۱۱

۱۰۔ایضاً، ص۲۶۴

۱۱۔ایضاً، ص۱۳۹

۱۲۔ایضاً، ص۳۲۱

۱۳۔عبدالقوی ضیاء، پروفیسر، تاریخ تہذیب و تمدن، شاہ اینڈ سنز، سیالکوٹ، س۔ن، ص۱۰۶۔۱۰۷

۱۴۔عباس تابش، مرتب، کلیات فراق گورکھپوری، ص۳۳۸

۱۵۔ایضاً، ص۳۲۶

۱۶۔ایضاً، ص۳۹

۱۷۔ایضاً، ص۳۷

۱۸۔ایضاً، ص۴۴

۱۹۔ایضاً، ص۱۳۰

۲۰۔ایضاً، ص۲۰۶

۲۱۔ایضاً، ص۲۲۰

۲۲۔فراق گورکھپوری، من آنم، ساقی بک ڈپو، دہلی، ۱۹۹۷ء ص۱۲۸۔۱۲۹

۲۳۔عباس تابش، مرتب، کلیات فراق گورکھپوری، ص۳۳۲

۲۴۔ایضاً، ص۳۳۵

۲۵۔ایضاً، ص۲۹۸

۲۶۔ایضاً، ص۱۶۲

۲۷۔ایضاً، ص۲۱۹

۲۸۔ایضاً، ص۲۹۸

۲۹۔ایضاً، ص۱۳۹

۳۰۔ایضاً، ص۱۴۶

۳۱۔ایضاً، ص۳۰۰

۳۲۔ ایضاً، ص ۳۴۳

۳۳۔ ایضاً، ص ۱۸۵

۳۴۔ ایضاً، ص ۲۷۷

۳۵۔ ایضاً، ص ۳۰۵

۳۶۔https:\\m.facebook.com، اکتوبر-6-2019، وقت: 6:42

۳۷۔ عباس تابش، مرتب، کلیات فراق گورکھپوری، الحمد پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۴ء، ص ۱۴۰